ہے یہ جرم نادانستگی میں سرزد ہوا ہو لیکن ہے تو جُرم توہینِ رسالت۔ ڈبے بنانے اور بنوانے والے مسلمانوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ خلوصِ دل سے توبہ کریں اور آئندہ کے لیے اس بات کی احتیاط کریں اور مطبوعہ کاغذات استعمال کرنے سے مکمل پرہیز کریں، تاہم مسلمان تاجروں اور حکام کو اس اخباری اطلاع کی تحقیق کر کے قانونی کارروائی ضرور کرنی چاہیے، تاکہ آئندہ کے لیے ایسے واقعات کا سدِّباب ہو سکے۔" (ہفت روزہ "ختمِ نبوۃ"، کراچی، ۲۰-۲۶ ستمبر ۱۹۹۶ء)

پنجاب میں قومیائے گئے اسکولوں کی نج کاری

ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے ۱۹۷۲ء میں رضا کارانہ تنظیموں کے زیرِ اہتمام چلنے والے تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لے لیے تھے۔ اُس وقت بتایا گیا تھا کہ یہ تعلیمی ادارے محکمۂ تعلیم کے مقرّرہ اصولوں اور ضوابط کی پروا کیے بغیر کام کر رہے تھے۔ مسیحی مبشّرین نوآبادیاتی دور سے تعلیم کے میدان نمایاں تھے اور قیامِ پاکستان کے بعد پاکستانی مسیحی ادارے اس روایت کو قائم رکھے ہوئے تھے۔ بعض مسیحی ادارے تو پاکستان کے اعلیٰ طبقوں کے بچوں کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئے تھے۔

قومیائے گئے تعلیمی اداروں کے حوالے سے سابق منتظمین اور صوبائی حکومتوں کے درمیان کشمکش مسلسل جاری رہی اور معاملات عدالتوں میں گئے۔ صوبائی حکومتوں نے نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف پالیسیاں اختیار کیں، بلکہ ایک ہی صوبائی حکومت نے مختلف مواقع پر مختلف طرزِ عمل کا اظہار کیا۔ بہر حال اِس سے قطع نظر کہ نجی شعبے میں کام کرنے والے تعلیمی اداروں کے بارے میں ذوالفقار علی بھٹو حکومت کا فیصلہ غلط تھا یا صحیح، بدلے ہوئے حالات میں رضا کارانہ تنظیموں کو ایک بار پھر اِس بات کی اجازت مل گئی، کہ وہ تعلیمی ادارے قائم کر کے قومی خدمت میں حصّہ لیں۔ جب نئے ادارے وجود میں آنے لگے تو ۱۹۷۲ء میں قومیائے گئے اداروں کی "نج کاری" کی بات بھی سامنے آنے لگی۔

قومیائے گئے بعض مسیحی تعلیمی اداروں کے ساتھ اتنی بڑی مقدار میں اثاثے موجود ہیں کہ مسیحی تنظیمیں اور بالخصوص اِن تنظیموں کے کار پردازوں کے لیے ان اداروں کا انتظام حاصل کر لینا ایک "منافع بخش" سودا ہے، بالخصوص اس لیے کہ اب نجی شعبے میں کام کرنے والے تعلیمی اداروں کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ محکمۂ تعلیم کے طے کردہ نصاب کی تعلیم دیں۔ غیر ملکی جامعات کے ساتھ الحاق کے نام پر کوئی بھی نصابِ تعلیم اختیار کیا جا سکتا ہے اور معاشرے میں ایک ایسا طبقہ پہلے سے موجود ہے جو غیر ملکی تعلیمی اداروں اور جامعات کی ڈگریوں کے لیے بھاری فیسیں ادا کرنے کے لیے تیار

ہے۔ اب یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں کہ تعلیمی اداروں پر اٹھنے والے اخراجات طلبہ و طالبات کی جیبوں سے پورے نہیں کیے جاتے، بلکہ رضا کارانہ تنظیمیں اپنے ذرائع سے سرمایہ فراہم کرتی ہیں اور فروغِ تعلیم کے عمل میں اسی طرح "مالی بوجھ" برداشت کرتی ہیں جیسے حکومتیں۔ اب تعلیمی ادارے کے اخراجات طلبہ سے وصول کرنا نہ اخلاقاً بُرا سمجھا جاتا ہے، نہ قانوناً۔ اس پس منظر میں بعض تعلیمی اداروں کا قومی نظامِ تعلیم سے کلیتاً آزاد ہو جانے کا امکان موجود ہے اور بلاشبہ مسیحی تنظیمیں اپنے بین الاقوامی روابط کے تناظر میں نسبتاً بہتر پوزیشن میں ہیں کہ قومیائے گئے تعلیمی اداروں کو واپس لے لیں اور پھر اپنا راستہ پاکستان کے نظامِ تعلیم سے جدا کر لیں۔

بہر حال "مستقبل" کی منصوبہ بندی سے زیادہ اس وقت سابق مسیحی اداروں کے منتظمین کے لیے اداروں کی "واگزاری" اہم ہے۔ حکومتِ پنجاب قومیائے گئے اداروں کی نج کاری کے لیے آمادہ ہے، تاہم ملازمین کے مفادات کے تحفظ کے لیے اس نے چند شرائط عائد کی ہیں۔ ذیل میں ڈایوسیس آف لاہور کے پادریوں کے نام آرچ بشپ آف لاہور، جناب ارمانڈو ٹرینڈاڈ کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے، جس سے صورت حال پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

معزز فادر صاحبان!

حکومت پنجاب نے قومیائے گئے سکولوں کی نج کاری عمل میں لانے کے لیے ایک مراسلہ نمبر SO (A-1) SA 1-18/90-A-III مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۹۶ء جاری کیا ہے۔

تاہم اس نوٹیفیکیشن (مراسلہ) میں حکومت کی جانب سے طے کردہ شرائط مالی لحاظ سے بہت سخت اور کڑی ہیں جسے ہم قبول نہیں کر سکتے۔ آپ کی معلومات کے لیے اس نوٹیفیکیشن کی متعلقہ شقوں کا حوالہ درج ذیل ہے۔

- شق نمبر (II)

پرائیویٹ (نج کار) انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ متعلقہ تعلیمی ادارے کے تمام ملازمین بشمول اساتذہ اور دیگر عملہ کی ایک سال کی پوری تنخواہ پیشگی جمع کروائیں۔ یہ رقم اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے پاس جمع کروانی ہوگی تاکہ معمول کے مطابق محکمۂ تعلیم کے آفیسر یہ تنخواہ عملہ کو ادا کر سکیں۔

- شق نمبر (VI)

تعلیمی ادارہ اسی صورت میں پرائیویٹ انتظامیہ کے سپرد کیا جائے گا جبکہ وہ طویل عرصہ کی اور موجودہ مالی ذمہ داریوں کو نبھانے کا ذمہ لے، مگر اس ادارہ کی تمام رقوم جو اس کے اکاؤنٹ میں ہیں وہ حکومت کے پاس ہی رہیں گے۔

• شق نمبر (VII)

پرائیویٹ انتظامیہ حکومت پنجاب کی منظوری کے بغیر کسی قسم کی فاضل ٹیوشن فیس لاگو نہیں کرے گی۔

• شق (X)

سابقہ مالکان / انتظامیہ تحریری طور پر حکومت کے ذمہ مطالبات سے دستبردار ہو جائے گی۔

چونکہ اس نوٹیفیکیشن میں مقررہ مدت کی کوئی پابندی نہیں ہے، اس لیے یہ بات ہمارے حق میں ہے۔ ہم ان شرائط کے بارے میں حکومت کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف ہیں۔ ہم نے تمام اداروں کے متعلق مالی اعداد و شمار اکٹھا کرنا شروع کر دیے ہیں۔ اس کے بعد ہی کوئی حتمی فیصلہ ہو سکے گا۔ یہ تمام فیصلے متفقہ طور پر کیے گئے ہیں۔ ان فیصلوں میں پنجاب کے تمام بشپ صاحبان (ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی - اسلام آباد، لاہور) شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کلیسائی مشیران، قومیائے گئے سکولوں کی کلیسائی تنظیمیں، کاتھولک بورڈ آف ایجوکیشن کے چند ممبر بھی ان فیصلوں میں شریک ہیں۔ اس کے علاوہ ہم دیگر قومیائے گئے سکولوں کے غیر مسیحی مالکان سے بھی رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔

آپ براہ مہربانی میرے اس مراسلہ کو پیرش کونسل کے ذریعہ اور اپنی ذاتی کوششوں کی وساطت سے مسیحی برادری تک پہنچائیں تاکہ اس نہایت اہم معاملہ میں وہ پوری معلومات حاصل کر سکیں۔

خداوند کی شفقت میں

مسیح

ارمانڈو ٹرینڈاڈ

آرچ بشپ آف لاہور

۲۰ اگست ۱۹۹۶ء

مذہبی اقلیتیں: شناخت کے لیے جدوجہد

[کرسچن سٹڈی سنٹر (راولپنڈی) کے زیرِ اہتمام ملک کے طول و عرض سے ۳۵ غیر مسلم پاکستان میں اقلیتوں کی شناخت کے حوالے سے غور و فکر کے لیے یک جا ہوئے۔ تین روز (۱۸-۲۰ جولائی ۱۹۹۶ء) کے بحث مباحثہ اور تبادلہٗ خیالات کے بعد انہوں نے جو حتمی اعلامیہ جاری کیا۔ اس کا انگریزی متن اور اُردو ترجمہ (یا بالعکس) سہ ماہی "المشیر" (راولپنڈی) نے شائع کیا ہے۔ ذیل میں معاصر مذکور کے شکریے کے ساتھ کتابت کی بعض اغلاط درست کرتے ہوئے اعلامیہ کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ مدیر]